Research Journal
Tahqeeqat
جلد:4،شمارہ:4،2025ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل تحقیقات

اردو ناول میں قومی تناظر بہ حوالہ ”راکھ“

National Perspective in Urdu Novel with Reference to "Rakh"

Dr Adnan Ahmad
Assistant Professor Department of UrduUniversity of Jhang
dradnanahmad@gmail.com
Dr Syed Babar Ali Zaidi
Lecturer Department of Urdu University of Narowal
drbabaralizaidi@gmail.com

ڈاکٹر عدنان احمد
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو۔یونیورسٹی آف جھنگ
ڈاکٹر سید بابر علی زیدی
لیکچرار شعبہ اردو یونیورسٹی آف نارووال

Abstract

The term Pakistanism had emerged in literary circles soon after the establishment of Pakistan. In the novel "Rakh", the oppression and oppression of history have been described in the context of Pakistan, proving Pakistanism. The novel presents the social, political, economic and moral conditions of Pakistan over the past fifty years, and the crises that this country has gone through. From the partition of the subcontinent to the wars of 1965 and 1971 and the separation of East Pakistan, the country's conditions, the politics of gaining power and the political and social struggles, in addition to the mental and emotional tragedies, anxiety, dissatisfaction and insecurity that arose as a result of these conditions and events. The fall of Dhaka and its effects on the Pakistani nation have been shown in the national context. Mustansar Hussain Tarar also raises his voice against oppression and violence in this novel. He not only protests against the oppression of a nation, but he also wants to end prejudice and hatred. His view is that the people of a nationality and state should live together in unity.

Keywords: *Mustansar Hussain Tarar,Rakh, National Perspective in Urdu Novel, Oppression of History, Partition of the subcontinent,Separation of East Pakistan,Prejudice and hatred in Urdu Novel*

کلیدی الفاظ: مستنصر حسین تارڑ،راکھ،اردو ناول میں قومی تناظر، تاریخ کا جبر، برصغیر کی تقسیم، مشرقی پاکستان کی علیحدگی،اردو ناول میں تعصب اور نفرت

جہاں بیسویں صدی نے پوری دنیا میں تیز ترین تبدیلیاں دیکھی ہیں وہاں یہ صدی جنوبی ایشیا کے حوالے سے نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ قیام پاکستان کا واقعہ جنوبی ایشیا کے لیے نئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ قیام پاکستان کے لیے جدوجہد اور اس کے حصول کے لیے جو بنیادیں رکھی گئی ہیں ان کو جاننے کے بعد اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کیوں ضروری تھا۔اس سارے پس منظر اور پیش منظر نے اردو ادب پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے اردو کی تمام مروجہ اصناف میں مصنفین اور شعرانے قیام پاکستان، اس کی تاریخ اور حالات کو اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ اردو ناول چوں کہ معاشرے کی عکاسی کرنے کے لیے نہایت موزوں صنف ہے اس لیے اس کے ذریعے برصغیر کے ان تمام تاریخی حالات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ پاکستانیت کی اصطلاح قیام پاکستان کے فورا بعد ادبی حلقوں میں نمایاں ہو چکی تھی۔اس زمانے میں ادب برائے زندگی اور ادب برائے ادب کے نعرے گونج رہے تھے ایسے میں قیام پاکستان کے فورا بعد جن دو تحریکوں نے جنم لیا ان ”پاکستانی ادب کی تحریک“

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

اور "ارضی وثقافتی تحریک" شامل ہیں۔اس تحریک کے علمبردار محمد حسن عسکری نے اردو ادب میں "پاکستانی ادب "کا نعرہ بلند کیا۔ عسکری کے نزدیک پاکستان ایک تہذیبی وحدت کا حامل خطہ ہے۔ یہ تہذیبی وحدت کچھ اوصاف کی بنا پر موجود ہے تو ان اوصاف کا تذکرہ پاکستانی ادب میں بھی ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> "تخلیق پاکستان کے بعد ادب میں جو تحریکیں رونما ہوئیں ان میں پاکستانی ادب کی تحریک اور ارضی ثقافتی تحریک کو فنی اور فکری لحاظ سے اہمیت حاصل ہے۔"(۱)

قیام پاکستان کے ساتھ ہی جن چند نمایاں فکری سوالوں نے جنم لیا ان میں سے چند ایک اہم یہ تھے کہ کیا پاکستان کی کوئی تہذیبی فکری اساس ہے؟ اور اگر ہے تو کیا ہے؟ مزید یہ کہ پاکستانی ادب کن بنیادوں پر ہندوستان کے اس جغرافیائی خطے سے الگ شناخت ہو گا جو ابھی کل تک ایک وحدت تھا؟ پاکستانی ادب اور اس کے آغاز، بعد ازاں جنگ ستمبر 65ء کے بعد پاکستانی ادب کی نئی تحریک کا جائزہ لیتے ہوئے قیام پاکستان کے وقت تخلیق ہونے والے پاکستانی ادب کا احاطہ ڈاکٹر رشید امجد نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> "یہ بحث پاکستانی ادب کی حقیقی شناخت کا مسئلہ ہے کہ اردو کی دوسری بستیوں میں لکھے جانے والے ادب سے پاکستانی ادب کیسے اور کیوں مختلف ہے اور ہم اس سارے ادب کو اردو ادب کہنے کے بجائے پاکستانی ادب کیوں کہنا چاہتے ہیں۔"(۲)

اردو ادب میں پاکستانیت کی تلاش صرف محمد حسن عسکری کا موضوع نہیں تھا بلکہ بعد کے برسوں میں سلیم احمد، ڈاکٹر سید عبد اللہ، ڈاکٹر وحید قریشی، مظفر علی سید، ڈاکٹر رشید امجد، احمد جاوید، انتظار حسین، مستنصر حسین تارڑ، جمیل جالبی، فتح محمد ملک، احسان اکبر اور ڈاکٹر تحسین فراقی وغیرہ نے بھی ان مباحث میں حصہ لیا پروفیسر فتح محمد ملک کا اختصاص یہ ہے کہ انہوں نے پاکستانی ادب کو فکر اقبال کے تناظر میں پرکھا اور اسے شناخت مہیا کرنے کی کوشش کی۔ موجودہ دور کے ناول نگاروں نے بھی پاکستانی شناخت کو اپنے ناولوں میں پیش کیا ہے۔ جن میں علی اکبر ناطق، طاہرہ اقبال، نجیبہ عارف، عثمان غنی رعد اور بہت سے نئے ناول لکھنے والوں نے اپنے اپنے انداز میں سماجی، معاشی، سیاسی اور معاشرتی مسائل کو بیان کیا ہے اور اس طرح قیام پاکستان کے بعد پاکستانی تہذیب وثقافت کی تلاش کی ہے۔

ارضی وثقافتی تحریک کی ابتدا ڈاکٹر وزیر آغا کے نظریات سے ہوئی۔ انہوں نے ادب کو پاکستانی تہذیبی پس منظر میں بیان کرنے کی کوشش کی۔ اس تحریک کی نظریاتی اساس ڈاکٹر وزیر آغا کی کتاب "اردو شاعری کا مزاج" ہے۔ اور اس تحریک کو پروان چڑھانے میں ادبی رسالہ "اوراق" نے خدمات انجام دیں۔

انسان اور تہذیب لازم و ملزوم ہیں اور جہاں انسان تاریخی رشتوں میں پروئے ہوئے ہوں گے اور فطری میلانات اور حالات کے تابع ان میں ایسے انتظامی امور از خود جنم لیں گے اور افراد ان کی پیروی بھی خود پر لازم کر لیں گے تو افراد کا ایسا مجموعہ قوم کہلائے گا اور جب ایک انتظامی جغرافیے اور تاریخی رشتوں کی یکجائی اور تہذیبی اشتراکات کے حامل افراد کے گروہ اپنے احساسات و جذبات کا اظہار کریں گے تو وہ ان کا "قومی ادب" کہلائے گا۔

مستنصر حسین تارڑ کا ناول "راکھ" 1997ء میں شائع ہوا۔ اس ناول میں مصنف نے برصغیر کی تقسیم سے لے کر 1965ء اور 1971ء کی جنگوں اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی، ملکی حالات، اقتدار کے حصول کے لیے کی جانے والی سیاست اور سیاسی و سماجی کش مکش کے علاوہ ان حالات و واقعات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ذہنی اور جذباتی المیوں، بے چینی، بے اطمینانی اور عدم تحفظ کو بڑی خوب صورتی سے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ برصغیر کی تقسیم کے وقت مسلمانوں کو جن ذہنی، جسمانی اور جذباتی مشکلات سے گزرنا پڑا وہی تلخ تاریخ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے وقت

دہرائی گئی۔ فسادات، عورتوں کی بے حرمتی، لوٹ مار، سیاسی اور اقتصادی استحصال، قتل و غارت گری اور تعصبات سے بھرپور فضا نے پورے معاشرے کو ذہنی، جذباتی اور معاشرتی طور پر کھوکھلا اور بنجر کر دیا تھا۔

جنگ، فسادات اور ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا یہ صرف سیاسی یا جغرافیائی واقعات نہیں تھے بلکہ ان واقعات نے لوگوں کے ذہن اور نفسیات پر بہت برا اثر ڈالا۔ انھیں اپنی قومیت کا تشخص ختم ہوتا محسوس ہونے لگا۔ انھیں اپنی پہچان گم شدہ لگنے لگی جس کو بہت سی قربانیوں کے بعد حاصل کیا تھا۔ جس ملک اور قومیت کی خاطر مسلمانوں نے اپنی جانیں قربان کر دی تھیں ان پے در پے واقعات نے لوگوں کے احساسات، اقدار و روایات کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا اور اخلاقی اور سماجی اقدار پر ان کے ایمان اور یقین کو متزلزل کر دیا۔ پاکستان کی تاریخ کے یہ دردناک واقعات ان المناک اور وحشت ناک ادوار کی نشان دہی کرتے ہیں جنھوں نے ہمارے معاشرے کا اصل اور حقیقی روپ ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ مستنصر حسین تارڑ نے اس ناول کے ذریعے پاکستانی تہذیب اور تاریخ کے المیوں کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب پاکستان قائم ہوا تو کروڑوں مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے یہ مملکت حاصل کی۔ مسلمانوں نے خون کی ندیاں پار کر کے اپنے اس نئے وطن کی سرزمین پر قدم رکھا اور اپنی الگ قومیت کے تصور کو حقیقت کی شکل میں بدلا اور اپنی الگ پہچان اور مقام حاصل کیا مگر مسلمانوں کی قربانیوں کا یہ سلسلہ یہاں تک ہی ختم نہ ہوا اور ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں ایک بار پھر تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جانے لگی۔ اس فضا کو تارڑ یوں بیان کرتے ہیں:

> ”سب مرے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ایک ایک کو بڑے آرام سے قتل کیا تھا جنھوں نے بھاگنے کی کوشش کی تو انھوں نے پلیٹ فارم پر یا پرے لائنوں پر جا پکڑا۔ اس نے پہلی بار پلیٹ فارم سے لاہور والے پھاٹک کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک اور ٹرین رکی ہوئی تھی لیکن اس میں لوگ تھے اور زندہ تھے۔ بہت عجب بات ہے کہ دونوں ٹرینوں کی کھڑکیوں اور دروازوں میں ویرانی ہے اور کوئی نظر نہیں آتا اور اس کے باوجود لاہور سے آنے والی ٹرین مردہ نہیں لگتی اور یہ ٹرین بغیر انجن کے جیسے سر کے بغیر ایک لاش۔۔۔ یہ زندہ نہیں لگتی۔“(۳)

مستنصر حسین تارڑ نے اس ناول میں تاریخ کے جبر اور ظلم و ستم کو پاکستان کے تناظر میں بیان کر کے پاکستانیت کا ثبوت بھی دیا ہے۔ ملک کی تقسیم کے وقت جب ہر طرف نفسا نفسی، خود غرضی اور ہوس کا بازار گرم تھا، ہر جانب لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے واقعات رونما ہو رہے تھے اس وقت بھی کچھ لوگ اپنی سرزمین سے جڑے بیٹھے تھے۔ وہ اپنے ملک کو کھونا نہیں چاہتے تھے اور وہ اپنی شناخت کی خاطر اور اپنے ملک کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔ لکشمی مینشن کا ”بندرام“ بھی انھی لوگوں میں سے تھا جو تقسیم ہند کے بعد اپنے ٹوٹے ہوئے گھر کی حفاظت پر مامور ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بے شک اس کا گھر خالی ہے، اس میں کوئی ساز و سامان نہیں ہے۔ مگر پھر اسے اس کی حفاظت کرنی ہے کیوں کہ وہ اس کا گھر ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ پاکستان ہمارا ملک ہے جس کی ہر صورت ہمیں حفاظت کرنی ہے اور دشمنوں سے بچانا ہے۔ اپنے قومی و ملی تشخص کو اجاگر کرنے کے لیے اس کی حفاظت مقدم ہے مگر کچھ لوگ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش میں ہیں اور اپنی دولت جمع کرنے کی فکر میں ہیں جو لوگ ہجرت کر کے پاکستان پہنچے مستنصر حسین ان کی حالت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”ان پناہ گیروں کی شکلیں ایسی تھیں کہ کوئی بڑے سے بڑا اداکار ان جیسی شکلیں بنانے پر قادر نہیں تھا۔ ہزاروں برسوں سے کسی گھر میں رہنا آس پاس کے ویرانوں کو قبروں سے آباد کرنا۔۔۔ پھر ان گھروں کو ایک تنکا اٹھائے بغیر چھوڑنا۔۔۔ پھر بھوک، دکھ اور بیماری اٹھا کر چلتے جانا اور اپنی ماؤں، بیٹیوں کو ننگے بدن دیکھنا، بہت کچھ دیکھنا اور کچھ نہ کر

سکنا۔۔۔ بھوک اور بے چارگی اور موت سے بے شرم ہو جانا۔۔۔ تب جا کر کچھ کچھ ویسی شکل بنتی ہے جو ان پناہ گیروں کی تھی۔ یہ تو بنائے نہ بنے۔"(۴)

اس ناول میں پاکستان کے پچاس سالہ معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی حالات کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے۔ قیامِ پاکستان سے لے کر تا حال جن بحرانوں سے ملک کو گزرنا پڑا ان سب کو اس ناول میں پیش کیا گیا ہے۔ ان تمام واقعات کا اثر لوگوں کی زندگی پر مرتب ہوا۔ مسلمانوں کو اپنی قومیت کی تشکیل کی خاطر بہت سی قربانیاں دینی پڑیں۔ اپنا گھر بار اور جائیداد کو چھوڑنا پڑا۔ بہت سی قیمتی جانوں کے نذرانے کے بعد الگ مملکت کا حصول ممکن ہوا۔

ناول "راکھ" میں مستنصر حسین تارڑ نے قدیم تہذیب کے جمود کی کہانی کو پاکستان میں مروجہ کلچر کے جمود سے جوڑ دیا ہے۔ قدیم معاشرے میں عدل و انصاف سے صرف نظر سے کام لیا جاتا تھا اور معاشرہ طبقاتی جبر کا شکار تھا اور آج بھی ان خطوں میں یہ ہی صورتِ حال ہے۔ شکلیں بدل گئی ہیں، ادوار بدل گئے ہیں مگر ظلم و جبر آج بھی قائم و دائم ہے۔

"راکھ" میں سقوطِ ڈھاکہ اور اس کے برسوں بعد کراچی میں پیدا ہونے والے حالات کو پاکستان کی سیاسی اور معاشی کشمکش کی صورت حال میں پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ ایک المیاتی ناول بن جاتا ہے جس میں اس المیے کو بیان کیا گیا ہے جس کے نتیجے میں پاکستان میں رہنے والے لوگوں پر گہرے اور ان مٹ نقوش مرتب ہوئے جس سے ملکی تاریخ بدل گئی۔

ناول "راکھ" میں فسادات، تقسیم، سقوطِ ڈھاکہ اور پاک بھارت جنگوں کے تناظر میں کہانی کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ پاکستانی قومیت کی تشکیل اور معاشرے پر فسادات کے اثرات بھی اس ناول کا اہم موضوع ہے۔ سقوطِ ڈھاکہ کے نتیجے میں 'مردان' کے اندر پیدا ہونے والے غصہ اور نفرت کے جذبات کے ساتھ ساتھ "شوبھا" کا کردار اس المیے کی جانب اشارہ کرتا ہے جس نے ایک ہی قوم کے افراد کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا اور ان سے ان کی شناخت چھین لی۔ "شوبھا" اس المیے سے قبل پروان چڑھنے والے تعلقات کے نتیجے میں ظہور پذیر ہونے والا وہ کردار ہے جس کی قومیت کی شناخت ختم ہو چکی ہے۔ وہ اپنی قومیت کی پہچان کے حصول اور اپنے وجود کی شناخت کے لیے سرگرداں ہے۔ ممتاز احمد خان "راکھ" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ناول میں مشرقی پاکستان کا المیاتی قصہ اور ان فسادات کا بیان جو تقسیم ہند سے وابستہ ہیں اور زیادہ ماجرائی وژن رکھتے ہیں کیوں کہ کرداروں کی سوچیں ان کے واضح اثرات قبول کرتی ہیں اور ان کا فرسٹریشن یا احساس محرومی ان ہی کی وجہ سے سامنے آتا ہے۔ یہ فرسٹریشن اس لیے بھی گہرا ہے کہ ہمارے لوگ اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی بجائے شادیانے بجاتے اور رنگ رلیوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ گویا ایک ہمہ گیر بے حسی کا ماحول ہے جس میں خاص طور پر مادی آسائشات پر قبضہ کرنے، ارباب و اقتدار کے ان گماشتوں اور ان کے کلچر کی تقلید کرنے والے نابینا عنصر نے منظر کو دھندلا دیا ہو۔"(۵)

جنگ، فسادات اور ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا یہ صرف سیاسی یا جغرافیائی واقعات نہیں تھے بلکہ ان واقعات نے لوگوں کے ذہن اور نفسیات پر بہت برا اثر ڈالا۔ انھیں اپنی قومیت کا تشخص ختم ہوتا محسوس ہونے لگا۔ انھیں اپنی پہچان گم شدہ لگنے لگی جس کو بہت سی قربانیوں کے بعد حاصل کیا تھا۔ جس ملک اور قومیت کی خاطر مسلمانوں نے اپنی جانیں قربان کر دی تھیں ان پے درپے واقعات نے لوگوں کے احساسات، اقدار و روایات کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا اور اخلاقی اور سماجی اقدار پر ان کے ایمان اور یقین کو متزلزل کر دیا۔ پاکستان کی تاریخ کے یہ دردناک

واقعات ان الم ناک اور وحشت ناک ادوار کی نشان دہی کرتے ہیں جنھوں نے ہمارے معاشرے کا اصل اور حقیقی روپ ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان "راکھ" کے حوالے سے بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اس ناول کے کردار اس لیے احساس محرومی اور غصے کا شکار ہیں کہ ماضی میں جو کچھ ہوا وہ معاشرے اور تہذیب کو کھوکھلا کر تا رہا ہے اور آج بھی ذہنی گھٹن اور ہمہ گیر مایوسی والی جو صورتِ حال ہے وہ ماضی ہی کی بدبودار فصل ہے اور اگر جلد یا بدیر نوشتہ دیوار نہ پڑھا گیا تو ہم سب کی اپنے اپنے مقام پر واپسی انتہائی مشکل ہو گی۔۔۔ ایک ناول میں ماجرے کی فنی اور فکری قوت کے ساتھ اپنے موضوعات کو سمیٹ لینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ان تمام موضوعات سے جو عطر مستنصر حسین تارڑ کشید کرتے ہیں اسے نوشتہ دیوار کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ناول میں چار مرغابیوں کی علامت غالباً پاکستان کے بنگلہ دیش کی تخلیق کے بعد بچ جانے والے چار صوبے کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس میں بھی ماجرے کے حوالے سے یہ بڑا رمز پنہاں ہے۔"(۶)

ناول "راکھ" کا ایک کردار "کالیا" کا اصل چہرہ جب ہمارے سامنے آتا ہے تو ہمیں اس کے کردار میں ایک سچے مسلمان اور سچے پاکستانی ہونے کی جھلک نظر آتی ہے جو اپنی حفاظت کے لیے سرگرداں ہے۔ کالیے کا المیہ موجودہ دور کے ہر انسان کا المیہ ہے۔ ایسا معاشرہ جہاں خیر و شر کی اقدار بڑھ جاتی ہے تو ان حالات میں ظاہر اور باطن کی پہچان بہت مشکل امر ہے۔ جیسے سوات کے ایک ہوٹل کے باہر بیٹھے ہوئے مشاہد، کالیا اور ڈاکٹر ارشد کے سامنے آلوچے کے درخت کے وہ شگوفے کھلے تھے جن کے کھلنے کے لیے درکار مدت کا وقت ابھی بہت دور تھا۔ ان کے کھلنے میں ابھی بہت ٹائم تھا مگر وہ اپنی مدت سے پہلے ہی کھل گئے تھے مگر شگوفوں کے کھلنے اور قبل از وقت کھلنے کا منظر ان کے سامنے تھا اور کالیا مشاہد سے اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ جو منظر اسے نظر آ رہا ہے کہیں وہ اس کی بصارت کا دھوکہ تو نہیں۔ مشاہد نے تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ وقت سے پہلے ان شگوفوں کا کھلنا ان کی ذات کے دم قدم سے تھا۔

تارڑ پاکستانیت کے عناصر کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ مگر ان کا کردار قومی سالمیت کے تحفظ سے متعلق خدشات سے دوچار ہے۔ جیسا کہ یہ مکالمہ ناول کے دو کرداروں کالیا اور مشاہد کے مابین ہے:

> "پت! پینڈو اینٹیک ڈیلر کو اگر تاریخ کا نہیں پتہ تو وہ نوادرات کو کیسے پہچانے گا۔۔۔ مجھے ان علاقوں کی اصلی تاریخ کا پتہ ہے۔۔۔ تاریخ نقلی بھی ہوتی ہے۔۔۔ ہاں جو ہم اپنے خود ساختہ نظریے یا مذہب کے حوالے سے بناتے ہیں جو ہمارے نصاب میں ہوتی ہے جس میں صرف ہم ہی ہم ہوتے ہیں اور ہر صفحے پر ہم زندہ باد لکھا ہوتا ہے۔۔۔ اور ہم اسی زندہ باد زعم میں مبتلا رہتے ہیں اور جب ایک دن اصل تاریخ سامنے آتی ہے تو ہم چکرا جاتے ہیں۔۔۔ میرا خیال ہے اسی کو تاریخ کی جبریت کہتے ہیں۔"(۷)

ناول میں مصنف اس پہلو پر زور دیتا ہے کہ پاکستانی قوم کی بقا کی خاطر راستے تلاش کرنا ہماری قومی، تہذیبی اور سماجی زندگی اور پہچان کے لیے بہت ضروری ہے اور اگر ہم نے قوم اور وقت کی اس اہم ضرورت کو نظر انداز کیا تو راکھ کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ قومیت کی بقا اور تحفظ ملکی سالمیت کے لیے بہت ضروری ہے۔ اگر ہم نے اپنی قومیت کو کھو دیا تو کچھ باقی نہیں بچے گا۔ ہمیں دوسری اقوام کا غلام بن کر زندگیاں گزارنا پڑیں گی۔

مستنصر حسین تارڑ اس ناول میں ظلم و جبر اور تشدد کے خلاف آواز بھی بلند کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف کسی قوم پر ہونے والے ظلم پر احتجاج کرتے ہیں بلکہ وہ تعصبات اور نفرت کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ ایک قومیت اور مملکت کے لوگوں کو متحد ہو کر زندگی گزارنا

چاہیے۔"راکھ" ایک پورے عہد اور پوری قوم کی تاریخ کے زوال پذیر معاشرے کی داستان ہے۔ مستنصر حسین تارڑ نے اس ناول کے ذریعے پاکستانی قومیت کی تشکیل اور اس کی اہمیت سے آگاہ کیا ہے جس سے ہم چاہ کر بھی نظریں نہیں چرا سکتے اور ان مسائل کی نشان دہی کی ہے جنھوں نے پوری قوم کو متاثر کیا اور ہماری قومیت اور پاکستانی شناخت جیسے مسائل کو مزید گھمبیر بنا دیا ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ناول اپنے پورے عہد اور پاکستانی قوم کی تہذیب کا عکس ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۴۰۰۲، ص:۹۲۶

۲۔رشید امجد، ڈاکٹر، پاکستانی ادب کے نمایاں رجحانات، مشمولہ: پاکستان میں اردو ادب کے پچاس سال، مرتب، نوازش علی، ڈاکٹر، گندھارا بکس، راولپنڈی، ۵۰۰۲ء، ص ۵۲

۳۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۷۹۹۱، ص:۰۲۱

۴۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ، ص:۲۰۱

۵۔ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، اردو ناول کے ہمہ گیر سروکار، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۸۰۰۲، ص ۲۰۲

۶۔ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، آزادی کے بعد اردو ناول ہیت اسالیب اور رجحانات، ص:۰۸۲

۷۔مستنصر حسین تارڑ، راکھ، ص:۵۸۱

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Sadeed, Anwar, Dr. Urdu Adab ki Tehreekein. Karachi: Anjuman-e-Taraqqi-e-Urdu Pakistan, 2004, p 926
2. Amjad, Rasheed, Dr. “Pakistani Adab ke Numaya Rujhanat,” mashmoola: Pakistan mein Urdu Adab ke Pachas Saal, murattib: Nawazish Ali, Dr. Rawalpindi: Gandhara Books, 2005, p 52
3. Tarar, Mustansar Hussain. Raakh. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1997, p. 12.
4. Ibid., p 201
5. Khan, Mumtaz Ahmad, Dr. Urdu Novel ke Hama-geer Sarokar. Karachi: Anjuman-e-Taraqqi-e-Urdu Pakistan, 2008, p 202
6. Khan, Mumtaz Ahmad, Dr. Azadi ke Baad Urdu Novel: Hayat, Asaleeb aur Rujhanat, p 82
7. Tarar, Mustansar Hussain. Raakh, p 581